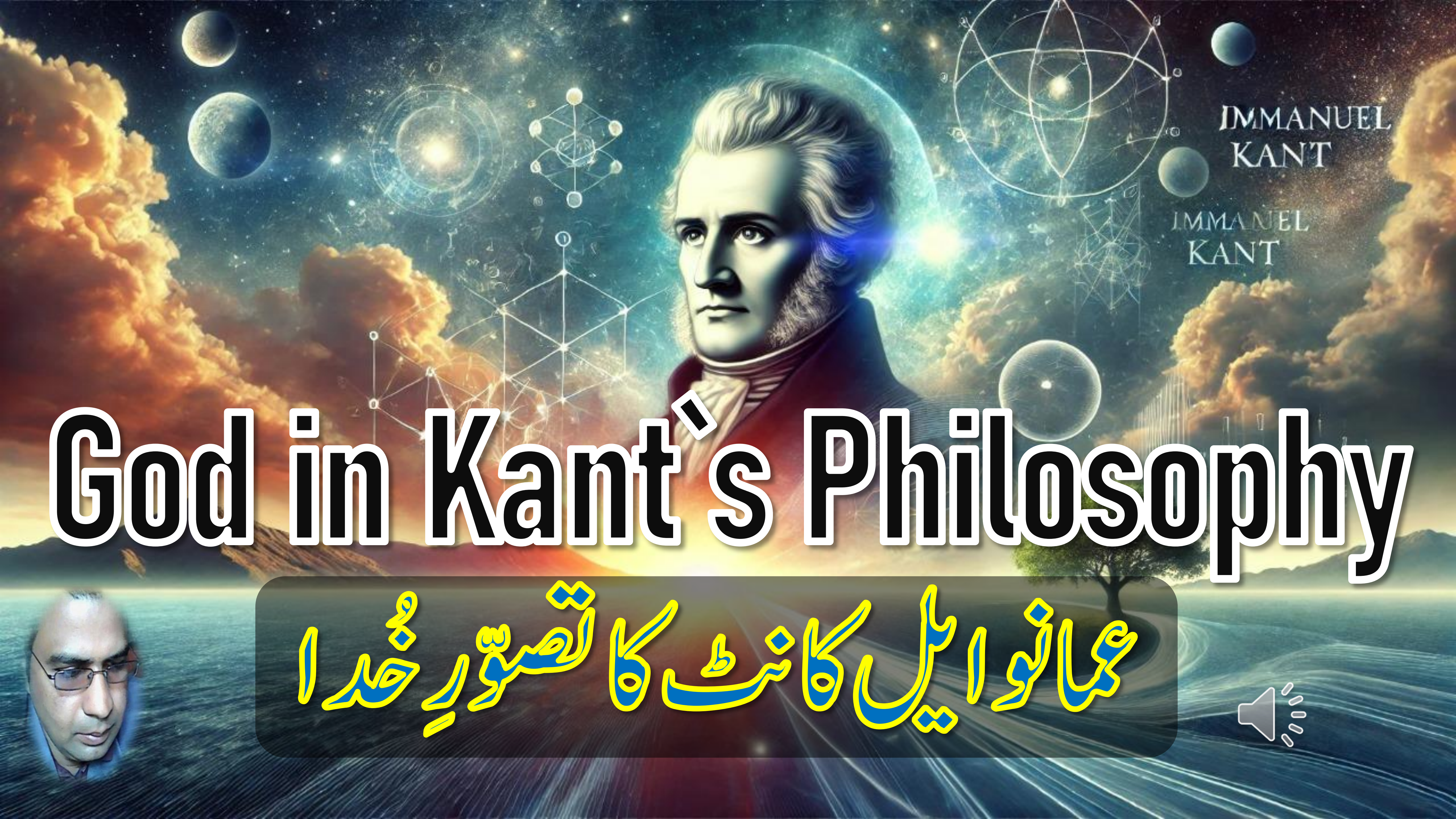

IMMANUEL
KANT
God in Kant`s Philosophy
عمانوایل کانٹ کا تصوّرِ خُدا

جرمنی کا عظیم فلسفی عمانوایل کانٹ ان فلسفیوں کا سخت
مخالف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عقل اور تجربہ سے باہر کسی چیز کو
ماننا ٹھیک نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ پوری کائنات کا ہم تجربہ نہیں کر
سکتے، لیکن ہم اس کو مانتے ہیں۔ اس لئے اگر خدا عقل و تجربہ
میں نہیں آتا تو اس کے معنی یہ نہیں کہ خدا موجود نہیں۔ اس
کا کہنا ہے کہ خدا ہماری فطری اور اخلاقی ضرورت ہے۔



اس کے ماننے پر ہماری کامل مسرت اور طمانیت کا انحصار ہے۔ ہماری اخلاقی زندگی کے لئے خدا کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ عقل کا مطالبہ ہے کہ اچھے لوگ خوش رہیں۔ لیکن دنیا میں اچھے لوگ پریشان رہتے ہیں اور برے لوگ مزے کرتے ہیں۔ اس لئے ایک ایسی ذات ہونی چاہیئے جو سراسر خیر و برکت، مجسم دانش اور قادرِ مطلق ہو۔ تاکہ وہ نیکی اور مسرت کو یکجا کر سکے۔



کانٹ کہتا ہے کہ دنیا کا حقیقی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ خارجی دنیا کے مظاہر کا حکم زمان و مکان اور مقولات کی منازل طے کرتے کرتے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے اور بالکل تبدیل ہو کر ہم تک پہنچتا ہے۔ ہم صرف مظاہر ہی کو دیکھ سکتے ہیں اور وہ بھی زمان و مکان کی رنگین عینک سے، اور مقولات کی مخصوص زاویہ نگاہ سے اصل حقیقت کیا ہے؟، ہمیں اس کا نہ علم ہے، نہ ہو سکتا ہے۔



یہ حقیقت جسے کانٹ "شئے بذاتِ خود" کہتا ہے، عقلِ محض کے ذریعہ نہیں سمجھی جا سکتی۔ لہٰذا خدا، روح، حیات بعدالموت کا علم عقل کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ کانٹ اسی وجہ سے مذہب اور اس کی اخلاقیات کو خالصۃً انسانی جوہر میں شمار کرتا ہے۔ اس کے نزدیک انسان کی نیکی کا قانون اس کی اپنی فطرت کے جوہر میں موجود ہے۔ یعنی انسان فطرتاً نیک واقع ہوا ہے۔



جب انسان کو عرفانِ نفس حاصل ہوتا ہے اور وہ خود اپنے پر غور کرتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے۔ کانٹ نے اخلاقیات کو خالص عقلی مابعدالطبیعیات سے آزاد کر دیا اور دعویٰ کیا کہ اخلاق کے قوانین کا سرچشمہ خود اس کی عملی زندگی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگرچہ اخلاقی قانون خود انسان کی فطرت میں پایا جاتا ہے لیکن وہ انسان کے وجود سے زیادہ ہمہ گیر ہے۔ اخلاقی قانون میں ایک خاص قسم کا وقار پایا جاتا ہے۔ یہ قانون نہ صرف انسان کی نفسی زندگی کی تفسیر کرتا ہے بلکہ ان بلند و بالا وسعتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو انسان کے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔



کانٹ کی دینیات دراصل اس کی اخلاقیات ہی کے نتائج کا مجموعہ ہے۔ مذہب کے قوانین اخلاقیات کے قوانین ہی سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ خدا کا وجود قانونِ اخلاق سے معلوم ہو سکتا ہے۔ نفس کی گہرائیوں میں جہاں قانونِ اخلاق کا پتا ملتا ہے، وہیں خدا بھی متصور ہو سکتا ہے۔ کانٹ کے نزدیک خدا کا وجود اور انسان کے ذہن میں اس کا تصور اخلاقیات کے قوانین کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ کانٹ کا اصلی خدا "نیک ارادہ" ہی ہے۔ اس طرح اخلاقی نظم وضبط ہی انسان کا خدا ٹھہرتا ہے۔



کانٹ کے فلسفہِ اخلاق کا مدعا یہی ہے۔ کانٹ کی دینیات کے تین مفروضات، خدا، بقائے روح، اور اختیار کو تسلیم کر لینے کے لئے خدا کا تصور ہر اس انسان میں موجود ہونا ضروری ہے، جس کے ذہن میں اخلاقی قانون موجود ہے۔ بقائے روح اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر اخلاقی قانون کو ابدیت اور استقلال حاصل نہیں ہو سکتا۔ اختیار کے بغیر حکمِ اطلاقی بے معنی سی چیز رہ جاتا ہے۔



کانٹ نے مذہب کے تاریخی پہلو کے بجائے اس کے اخلاقی پہلو پر بہت زور دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مذہب تاریخی واقعات کا نتیجہ نہیں ہے۔ لیکن مذہبی مسائل کو اس کے تاریخی واقعات کی موشگافیوں سے حل کرنے کی کوشش کرنا تضیعِ اوقات ہے۔ انسان نے دراصل غیر ارادی طور پر اپنے اخلاقی میلانات کو الوہیت کا رنگ دیا ہے۔ اخلاقی قوانین پر جب وحی کی مہر ثبت کر دی جاتی ہے تو وہ مذہبی قوانین بن جاتے ہیں۔ تاریخ الوہیت کی طرف نہیں لے جا سکتی۔ مذہبی تاریخ کی سربرآوردہ ہستیاں اسی وقت اہمیت رکھتی ہیں، جب ہم میں اخلاقی قوانین کے احترام کا تصور پہلے سے موجود ہو۔



کیونکہ ان تاریخی ہستیوں کو سماوی اور ربانی ہستیاں تسلیم کرنے کے لئے کوئی خارجی معیار نہیں۔ اس کی کسوٹی ہمارا اخلاقی شعور ہے، جو ہمیں بتادیتا ہے کہ یہ ہستی قابلِ تقلید ہے اور یہ کتاب قابلِ احترام ہے۔ مختصر یہ کہ بلند سے بلند مذہبی کردار اور صحیفہ کا معیار ہماری روح میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ ہم "باہر کے خدا" کو بھی "اندر کے خدا" کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔ یوں کانٹ خدا کو انسانی فطرت کے اخلاقی اصول سے جوڑ کر "خدائے منتظم" کا لقب دیتا ہے۔



انتقادِ عقلِ محض میں کانٹ نے دنیائے مظاہر اور دنیائے حقیقت کی تخصیص کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ نظری بصیرت کی رسائی ماورائے حواس حقائق تک نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب بھی عقلِ محض کے سہارے ان حقائق کو جاننے کی کوشش کی جائے گی، انسان فکری اضداد کے گورکھ دھندے میں پھنس جائے گا۔ شئے فی نفسہٖ کیا ہے؟ ہم اس کا علم موضوعی صورِ عقلیہ سے کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ روح کی آزادی، اور اس کی بقائے دوام، یا خدا کا وجود ایسے حقائق ہیں، جن کا وقوف عقلِ محض حاصل نہیں کر سکتی۔ تاہم کانٹ کی اخلاقیات ایک ایسی بنیاد فراہم کرتی ہے، جس پر ان حقائق کا اثبات ممکن ہے۔



انتقادِ عقلِ محض میں کانٹ نے دنیائے مظاہر اور دنیائے حقیقت کی تخصیص کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ نظری بصیرت کی رسائی ماورائے حواس حقائق تک نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب بھی عقلِ محض کے سہارے ان حقائق کو جاننے کی کوشش کی جائے گی، انسان فکری اضداد کے گورکھ دھندے میں پھنس جائے گا۔ شئے فی نفسہٖ کیا ہے؟ ہم اس کا علم موضوعی صورِ عقلیہ سے کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ روح کی آزادی، اور اس کی بقائے دوام، یا خدا کا وجود ایسے حقائق ہیں، جن کا وقوف عقلِ محض حاصل نہیں کر سکتی۔ تاہم کانٹ کی اخلاقیات ایک ایسی بنیاد فراہم کرتی ہے، جس پر ان حقائق کا اثبات ممکن ہے۔



کانٹ کے نزدیک روائتی عقلی مابعد الطبیعیات کی ناکامی کی وجہ یہی ہے کہ اس میں نظری سطح پر ان مذہبی اور فوق الحسِ حقائق کو جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آزادیِ ارادہ، بقائے دوام اور خدا کے وجود کے بارے میں ہم نظری بصیرت کبھی حاصل نہیں کرسکتے۔ یعنی ان حقائق کا سائنسی علم حاصل کرنا ناممکن ہے۔ تاہم ان کے بارے میں ہم ایسا یقین اور ایمان ضرور حاصل کرسکتے ہیں، جس کی نوعیت اخلاقی اور عملی ہو۔ عقلِ عملی ہمیں ایسا تیقن عطا کر سکتی ہے، جس کے سہارے ہم اخلاقی اور مذہبی زندگی گزار سکتے ہیں۔
عقلِ عملی کے تین مفروضات ہیں؛ آزادی، بقا اور خدا۔



انتقادِ عقل محض میں کانٹ نے جس طریقے سے حصولِ علم کے عمل کی تصویر کھینچی ہے، اس میں آزادیِ ارادہ کی کوئی گنجایش نہیں۔ قانونِ تعلیل "فہم" کا انتہائی اہم مقولہ ہے۔ یعنی اس کی رو سے کائنات میں رونما ہونے والے تمام واقعات عُلل و معلولات کی ایک ایسی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں، جس سے سرِ مو بھی انحراف ممکن نہیں۔ چنانچہ نظری سطح پر ہمیں مکمل جبریت کی حمایت کرنا پڑتی ہے۔ لیکن جب ہم اخلاقی نقطۂ نظر سے اپنے اعمال و افعال کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں آزادی اور اختیار کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔



قانونِ فرض کی موجودگی اور اس کی پیروی کا احساس اس امر کا متقاضی ہے کہ ہم اپنے اعمال وافعال میں اختیار و آزادی رکھتے ہوں۔ ہمیں اخلاقی قانون یہ بتاتا ہے کہ بعض حالات میں خواہشات وترغیبات سے منہ موڑ کر اپنے فرض کو پورا کرنا چاہیئے۔ اگر ہم اپنے اعمال وافعال میں جبریت کا شکار ہوتے تو قانونِ فرض ایک لغواور غیر معقول مطالبہ بن کر رہ جاتا۔ اسی طرح کانٹ بقائے دوام کے مسئلہ کو بھی اخلاقی بنیادوں پر حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔



وہ اسپنوزا کی طرح یہ نہیں کہتا کہ افراد و اشیاء چونکہ لامتناہی جوہر کے شیون ہیں، اس لئے ابدی ہیں۔ بلکہ وہ شخصی بقا (Personal Immortality) کا قائل ہے۔ عام سماجی زندگی میں بھی یہ ایک اخلاقی تقاضا ہے کہ اعمالِ بد کی سزا دی جائے اور اعمالِ حسنہ کی جزا۔ اس دنیا میں اکثر و بیشتر مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں۔ یا اگر انہیں سزا ملتی بھی ہے تو وہ ان کے جرائم کے مقابلے میں بہت کم ہوتی ہے۔ اسی طرح نیکو کار اور مصلحین عموماً پریشانیوں اور مصیبتوں کی زندگی گزارتے ہیں۔ چنانچہ عدل کا تقاضا ہے کہ انسانی روح اپنے تمام تر تشخص کے ساتھ موت کے بعد بھی زندہ رہے، تا کہ مجرمین کو سزا اور مصلحین کو جزا مل سکے۔



کانٹ نے روائتی الٰہیات میں بھی ایک بنیادی تبدیلی پیدا کر دی۔ الٰہیات کی بنیاد مابعد الطبیعیات کو قرار دینے کی بجائے اسے اس نے اخلاقی بصیرت پر مبنی قرار دیا۔ یعنی خدا کے وجود کے بارے میں ہم عقلی یا نظری سطح پر استدلال نہیں کر سکتے۔ بلکہ خدا پر یقین کی بنیاد ہماری اخلاقی بصیرت ہے۔ عام مفکرین کی طرح کانٹ مذہب سے اخلاق کی طرف نہیں آتا، بلکہ اخلاقی قانون سے مذہبی عقائد کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔



کانٹ کہتا ہے کہ خدا کی ذات کا انکشاف ہم پر حکمِ مطلق اور اس کے ان اثرات کی وجہ سے ہوتا ہے، جو ہماری ذات پر مترتب ہوتے ہیں۔ خدا کے وجود کے بارے میں کانٹ کے دلائل پر اس کے ان متبعین نے کڑی تنقید کی ہے، جو اس کے دیگر نظریات سے متفق تھے۔ خود کانٹ نے بھی اواخرِ عمر میں اپنے ان دلائل کو رد کر دیا جو اس نے ابتدائی طور پر پیش کئے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ کانٹ وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات کے بارے میں تسلی بخش نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔



اگر دنیا اور روح کے وجود اور اثبات کے متعلق ہمارے علم کی یہ حالت ہے تو خدا کے متعلق کچھ کہنا کہیں زیادہ مشکل ہو جاتا ہے، جو خالق و بدیع، خارجی مظاہر اور داخلی تجربات کا تشکیل دہندہ کہلاتا ہے۔ در حقیقت یہاں بھی ایک انضباطی نصب العین کارفرما ہے۔ اگر ہم تصورِ خدا کے مفہوم کو اس انضباطی تصور کے مضمرات تک محدود رکھیں تو پھر یہ تصور صحیح کہلا سکتا ہے۔ اگرچہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ خدا موجود ہے، جیسا کہ ہم دنیا اور روح کے متعلق کہہ چکے ہیں۔ خارجی کائنات اور داخلی روح دونوں ایک ہی کائنات کے اندر موجود ہیں۔ عقل تقاضا کرتی ہے کہ وہ کسی وجدانی اصول کے زیرِ اثر قابلِ تشریح ہوں۔



خدا کو ہم اسی اصول کی حیثیت میں پیش کر سکتے اور سمجھ سکتے ہیں۔ اس طرح معبود کی حیثیت انسانی علم کے معروض کی سی نہیں رہتی۔ بلکہ آخری منزل (جو علم کا مقصود ہے) کی ایک پر کشش علامت بن جاتی ہے۔ بطورِ محقق ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ اصول اس کائنات کے متعلق جس وجدانی تفہیم کا تقاضا کرتا ہے، اس کے حصول کے لئے ہم پر امید دل کے ساتھ کوشش کر سکتے ہیں۔



لیکن مذہب کے لئے خدا کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ حکماء کے نزدیک "دنیا" سے مراد صرف مشہود اجسام (جن کو وہ جائز طور پر جاننے کا دعویٰ کر سکتے ہیں) کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ تمام اجسام کا ایک ایسا تعاملی نظام، جس میں وہ باہم مربوط ہیں (جن کو وہ جاننے کا دعویٰ نہیں کر سکتے)۔

